مقصد

ڈاکٹر وسیم صدیقی
10/8th Road North
Ahmadi - 61008
Kuwait

ٹائم پیس کا الارم چیخنے لگا وہ جلدی سے بستر سے اٹھا اور کھڑکی کا پردا اُٹھا کر باہر جھانکنے لگا۔ وہ لڑکی روز پونے آٹھ بجے کے بیچ اس کی کھڑکی کے نیچے گلی سے گزرتی تھی۔ اس کو تو اس کا پتہ بھی نہیں تھا کھڑکی پر تو ہمیشہ پردا ہی پڑا رہتا تھا اور پردا ہٹا کر کھڑکی سے جھانکنے کی کبھی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی کیونکہ وہ کھڑکی ایک پتلی سی گلی میں کھلتی تھی جس میں راہ گیر تو کم گزرتے بلکہ وہیں آس پاس کے رہنے والے یا پھر پھیری والے گزرتے تھے۔ جب اس نے تین مہینہ پہلے وہ کمرا کرائے پر لیا تھا تو اس نے اس کھڑکی کا پردا اُٹھا کر باہر کا جائزہ ضرور لیا تھا۔ لیکن اس کے بعد پھر اس کھڑکی کے پردے کو اچھی طرح سے برابر کر دیا تھا۔ باہر گلی کا ماحول اسے بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

اس نے دوبارہ گھڑی پر نظر ڈالی۔ پونے آٹھ بج رہے تھے وہ اب آتی ہی ہوگی اس نے سوچا اور تھوڑی دیر میں وہ اسے گلی کے ایک سرے پر سے آتی نظر ہی آ گئی اور منٹوں میں گلی کے دوسری طرف سے نکل گئی۔ اور آج وہ اسے اچھی طرح سے دیکھ بھی نہیں سکا لگتا ہے اسے دیر ہوگئی تھی وہ بہت تیزی سے جا رہی تھی۔ وہ اب کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا تھا اور دوبارہ بستر پر دراز ہوگیا۔ ہوا یہ کہ کچھ دنوں پہلے اس کے دفتر میں آڈٹ ہونے والا تھا اس نے سوچا اس روز ذرا جلدی دفتر چلا جائے گا اور اپنی فائلیں وغیرہ درست کر لے گا۔ اس روز وہ جلدی اُٹھ گیا تھا اور بے خیالی میں کھڑکی کا پردا اٹھا کر باہر جھانکنے لگا۔ اور پھر جھانکتا ہی رہ گیا ایک لڑکی ایک چھوٹا سا پلاسٹک بیگ لیے ہوئے ادھر سے جا رہی تھی۔ وہ لڑکی اسے کافی اچھی لگی۔ اس کی نظر گھڑی پر پڑ گئی پونے آٹھ ہو رہے تھے اس کے معنی وہ لڑکی روز ادھر سے گزرتی ہوگی۔ اس کے بعد اس کا روز کا معمول ہوگیا وہ روز 7:30 بجے کا الارم لگا کر اُٹھ جاتا تھا اور جب تک وہ لڑکی ادھر سے گزر نہ جائے وہ کھڑکی کے نیچے دیکھا کرتا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر بستر میں لوٹ لگانے کے بعد وہ، دفتر جانے کے لیے نکل پڑتا تھا۔ وہ انکم ٹیکس کے دفتر میں کلرک تھا اور تنخواہ کے علاوہ بھی کافی پیسے کما لیتا تھا۔ اس کا دفتر اس کے کمرے سے زیادہ دور نہیں تھا اور دفتر کے پاس ہی ایک ہوٹل میں وہ کھانا ناشتہ وغیرہ کر لیا کرتا تھا۔

اس نے اس لڑکی کے بارے میں کافی معلومات اکٹھا کر لی تھیں۔ وہ اس محلّہ میں رہتی تھی۔ اس کے والد ریلوے کے ریٹائرڈ گارڈ تھے۔ اس کے بہت سارے بھائی بہن تھے۔ گھر میں تنگی کا ماحول تھا اسی وجہ سے اس لڑکی نے پاس ہی کے ایک سلائی کڑھائی کے اسکول میں نوکری کر لی تھی اور جہاں جانے کے لیے اسے اسی گلی کے نیچے سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس نے سوچا اب تاک جھانک سے کام نہیں چلے گا۔ پھر ایک دن اس نے ایک رُقعہ نیچے گرا ہی دیا۔ رقعہ گولی کی شکل میں ٹھیک اس کے سامنے گرا تھا لڑکی ایک دم ٹھٹک کر رک گئی تھی پھر اس نے رقعہ پر ایک ٹھوکر ماری اور چلتی چلی گئی، رقعہ سیدھا نالی میں گیا تھا اس نے سوچا چلو اچھا ہوا سیدھا نالی میں گیا اگر وہیں پڑا رہ جاتا تو کسی کے ہاتھ لگ جاتا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری وہ دوسرے دن پھر رقعہ لکھ رہا تھا۔ انہیں وہ گولی کی طرح نہیں بلکہ اوپر سے کٹی پتنگ کی طرح لہراتا ہوا نیچے گرا۔ لڑکی ہلکی سی ٹھٹکی تھی اس

نے رقعہ کی طرف ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی تھی اور پھر آگے بڑھ گئی۔ وہ نیچے جا کر کاغذ اُٹھالایا۔ روز کی طرح وہ ۷:۳۰ بجے کے الارم سے اٹھا۔ الارم کی آواز اسے اب بہت اچھی لگی تھی اسے لگتا تھا کہ یہ الارم کی آواز نہ ہو بلکہ اس لڑکی کی آواز ہے جو اسے بلا رہی ہے اس نے ہولے ہولے گھڑی کو سہلا کر الارم بند کر دیا اور کھڑکی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اب کی رقعہ نے جہاز کی شکل میں اس لڑکی کے دوپٹہ پر لینڈ کیا اور شائد اس میں پھنس کر رہ گیا لڑکی اس جہاز کے ساتھ چلی گئی تھی اس نے وہ مارا کا نعرہ لگایا اور ٹائم پیس کو چوم لیا۔ اس جہاز میں اچھا خاصہ اظہار عشق تھا۔

آج اس نے کھڑکی کا پردا کافی ہٹا دیا تھا۔ حسب معمول لڑکی گلی کے ایک کونے سے طلوع ہوئی لیکن آج وہ کھڑکی کے نیچے کچھ لمحوں کے لیئے کی اور اوپر کھڑکی کی طرف دیکھا تھا۔ اسے جب لڑکی کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو بڑے اسٹائل سے لکھنوی آداب مارنے کی کوشش کہ جو کی اس نے فلموں میں دیکھا تھا ورنہ وہ لکھنوَ تو کبھی نہیں گیا تھا۔ لڑکی بھی آداب قبول کر کے دوہری ہوگئی تھی اور تیزی سے وہاں سے بھاگنے کے انداز میں چل دی۔ اب تو وہ دودو فٹ خوشی سے اچھلا۔ وہ یاد کرنے لگا کہ پرچے میں اس نے کیا لکھا تھا۔

کچھ جملے اسے یاد آنے لگے۔ آپ ہی میری منزل ہیں۔ آپ کو دل وجان سے چاہنے لگا ہوں۔ شائد آپ کی ہی جستجو تھی جواب تک میں نے شادی نہیں کی۔ میرا پیغام قبول کیجئے۔ دوپہر میں لنچ کے وقت آپ کے اسکول آپ سے ملنے آؤں گا۔ برائے مہربانی ملنے سے انکار نہیں کیجئے گا۔

ٹھیک ایک بجے وہ سلائی کڑھائی اسکول کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ لڑکی اسے اسکول کے ٹوٹے بوسیدہ لکڑی کے پھاٹک کے پاس کھڑی ہوئی مل گئی تھی۔ اس نے پھر لکھنوَ آداب مارا لڑکی کے قریب کھڑا ہوگیا۔ آیئے اندر اسکول میں چلیں لڑکی کی آواز لڑکھڑا رہی تھی وہ کافی نروس نظر آنے لگی تھی۔ اندر تو Student ہوں گے اس نے پوچھا۔ نہیں سب جا چکے ہیں چھٹی ہوگئی ہے۔ وہ اسے لے کر اسکول کے ایک کمرے میں آ گئی۔ لڑکی اب تک بہت نروس نظر آ رہی تھی پھر بولی۔ یہ بتایئے خط میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ سچ ہے آپ انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں کوئی افسر ہیں اور مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جی ہاں بالکل سچ ہے اور کل ہی میرے والد صاحب آپ کے گھر جائیں گے میرا رشتہ لے کر۔ سچ لڑکی بے تحاشہ خوش لگ رہی تھی وہ سوچنے لگی کہ اس کی شادی سے اس کے آبا کا بہت بڑا بوجھ اتر جائے گا وہ اس کی شادی کے لیے کتنا فکرمند رہتے تھے۔ اور ان کی صحت بھی بہت خراب ہوگئی تھی۔ اب ان کی فکر دور ہو جائے گی۔ تو وہ صحت مند بھی ہو جائیں گے۔ کہاں کھو گئیں وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے کمرہ اندر سے بولٹ کر لیا۔ ارے تم بلاوجہ گھبرا رہی ہو اب تو ہم تم سے شادی کرنے ہی والے ہیں۔ لڑکی نہیں پلیز نہیں کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ اب وہ ایک گناہ گار کی طرح اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ بے حد شرمندہ۔ اس نے سوچا وہ اس کو کیوں نہیں روک سکی۔ اس کے ناراض ہونے کا ڈر تھا۔ ناراض ہوگیا تو شادی نہیں کرے گا۔

وہ بے مقصد بازاروں میں گھومتا رہا۔ پھر اپنے کمرے میں آ کر بستر پر دراز ہوگیا۔ صبح ۷:۳۰ بجے ٹائم پیس کا الارم پھر چیخ رہا تھا۔ اسے آج الارم کی آواز بڑی کریہہ لگی وہ جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے الارم پر ہاتھ مار کر دوبارہ بستر پر لیٹ گیا تھا۔ الارم ایک جھٹکے سے خاموش ہوگیا تھا۔ گھڑی لڑھک کر نیچے گر گئی تھی اور اس کا شیشہ ٹوٹ کر ہر طرف پھیل گیا تھا۔

......☆......